تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۱۰ شمارہ ۰۶، ۲۰۲۴

Article

Dr. Maqsood Jafari's Social Awareness in the Context of Ghazals

غزل کے تناظر میں ڈاکٹر مقصود جعفری کا سماجی شعور

[1*]Muhammad Zaheer Uddin,[2] Dr. Sher Ali
[1]Ph. D Scholar, Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad
[2]Head of Urdu Department, Alhamd Islamic University, Islamabad
*Correspondence: zaheerumer3@gmail.com

[۱]محمد ظہیر الدین، [۲]ڈاکٹر شیر علی

[۱]پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، الحمد اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد، [۲] صدرِ شعبۂ اردو، الحمد اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT: Dr Maqsood Jafari is a renowned scholar and Urdu poet. He also wrote poetry in English, Persian, Punjabi, and Kashmiri along with his poetic work in Urdu. His poetic work includes Nazms and Ghazals. He is considered a prominent poet of modern ghazal. The topics of his work in Ghazal are diverse. A literary scholar is influenced by his surroundings and his work depicts it. Dr Maqsood Jafari's work depicts the contemporary condition in his work. In his poetry, he mentioned many problems of the present time, especially the major problems like economic imbalance, injustice, political instability, lies, and hypocrisy spread in this society. The impact of the afore mentioned aspects is immense on the society and a letter gets distressed by them and the same can be observed in the works of Dr Maqsood Jafari. This research article portrays Dr. Maqsood Jafari's depiction of social issues in his poetry.

KEYWORDS: Poet, Ghazal, Nazm, Literary, Contemporary, Social, Issues, Awareness, Economic, Imbalance, Injustice, Political, Literary and Historical Document

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/dcybkm48
Received:04-04-2024
Accepted:04-06-2024
Online:10-07-2024

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

سماج سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں عام مستعمل ہے۔ کتبِ لغات میں لفظ "سماج" کے مطالب کے ضمن میں سبھا، گروہ اور جماعت وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں سماج سے، سوسائٹی یا معاشرہ مراد لیا جاتا ہے۔ ادیب جس معاشرے میں اپنی زندگی کے شب وروز بسر کرتا ہے۔ اس کی تخلیقات میں اس معاشرے کے متعدد پہلوؤں کی جھلک نظر آتی ہے۔ فن پارے میں شعرا کے ہاں شعوری یا لاشعوری انداز میں سماجی مظاہر اظہار پاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ادیب یا شاعر کو معاشرے یا سماج کی عکاسی قرار دیا جاتا ہے۔ فرمان فتح پوری ضمن میں لکھتے ہیں:

> "ادب شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر اس معاشرے کی ترجمانی کرتا ہے۔ جس سے وہ مربوط ہوتا ہے یا جس کی وہ تخلیق ہوتا ہے"(۱)

ہر ادیب اپنے مزاج اور ذوق کے مطابق سماجی تناظر میں موضوعات کی پیش کش کرتا ہے۔ اس ضمن میں ادب میں مشرقی اقدار وروایات رجحانات اور مذہبی معاملات کی عکاسی ملتی ہے۔ تحقیقی حوالے سے سماجی تحقیق کے بارے میں ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

> "سماج تخلیق میں انسانی رویوں اور عصری تقاضوں کی روشنی میں سماج کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں سماج میں بولی جانے والی زبانوں کا تحقیقی جائزہ بھی لیا جاتا ہے اور نفسیاتی حوالے سے مختلف انسانی رجحانات اور میلات پر بھی تحقیق کی جاسکتی ہے"(۲)

ہر عہد کا ادب سماجی اعتبار سے مختلف قسم کی سماجی اکائیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اس طرح مختلف جغرافیائی حدود میں لکھے جانے والے ادب میں بھی سماجی اعتبار سے منفرد طرز کی سماجی اکائیوں کی پیش کش ملتی ہے۔ دبستانِ دہلی یا دبستان لکھنو میں لکھے جانے والے ادبی سرمائے میں جہاں دیگر منفرد پہلو پائے جاتے ہیں وہیں سماجی اقدار اور روایات کی پیش کش بھی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ میر، غالب، داغ اور اقبال کی شاعری میں بھی سماجی اعتبار سے مختلف اکائیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ شاعری میں سماجی اکائیوں کی پیش کش عصری حیثیت کی ذیل میں شمار ہوتی ہے۔

مقصود جعفری کی شاعری میں سماجی اعتبار سے ایسی اکائیوں کی پیش کش ملتی ہے جن کی بنیاد پر وہ معاصر ادبی منظر نامے میں گہرے سماجی شعور کے حامل شاعر کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ ان کا شمار ایسے شعرا میں ہوتا ہے جو محض داخل کی حد تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کی شاعری میں داخلی کیفیات کے ساتھ ساتھ خارجی مظاہر پر بھی توجہ نظر آتی ہے۔ برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد ایک نئے سماج کی تشکیل ہوئی اس مزاج پر اسلامی تعلیمات اور اقدار کی چھاپ بہت گہری تھی اس کو ہند اسلامی کلچر سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی سماج پر اسلام نے مختلف حوالوں سے اثرات مرتب کیے ہیں۔ محمد مجیب اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ہندوستانی سماج اور تہذیب پر اسلام کا کیا اثر ہوا۔ اس پر غور کرتے ہوئے چار مختلف قسم کے عوامل کا دھیان رکھنا چاہیے جو اس وقت کار فرما تھے۔ سیاسی، اقتصادی، سماجی اور مذہبی"(۳)

ہندوستان میں اسلامی تہذیب کے فروغ اور تشکیل کے بہت بعد تک ہندواور مسلمان مشترکہ طور پر زندگی بسر کرتے رہے بالآخر ایسے خطہ ارضی کی ضرورت محسوس کی گئی جہاں اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلامی سماجی نظام تشکیل دیا جاسکے اور یوں پاکستان کا قیام ممکن ہوا۔ پاکستانی سماج میں اسلامی طرز کے مطابق زندگی بسر کرنے کا آئین مرتب کیا گیا لیکن معاشرتی سطح پر بعض ایسے مسائل بھی پیدا ہوئے جو اس کی معکوس صورت میں تھے۔ مقصود جعفری زمانی تغیر کی بدولت پیدا ہونے والے سماجی رجحان کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اس دورِ پر فتن میں بچا کچھ نہ جعفریؔ

ایمان رہ گیا تھا سو ایمان بھی گیا(۴)

اعلیٰ سماجی اقدار میں حق گوئی اور بے باکی کی صفات شامل ہوتی ہیں۔ اس کے لیے ضروری قرار پاتا ہے کہ سچائی اور انصاف کے حصول کے لیے آخری حد تک تگ ودو کی جائے اور کسی صورت میں بھی باطل قوتوں کے حاشیے میں خود کو شامل نہ کیا جائے۔ عدل وانصاف حق گوئی اور بے باکی کے ضمن میں امام حسینؓ کی شخصیت کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستانی معاشرہ چونکہ اسلامی معاشرہ ہے۔ اس لیے امام حسینؓ کے روشن کردار کی پیروی کرنے کا اقرار زبان وزد عام ملتا ہے لیکن سماج میں حقیقی طور پر اس کے معکوس حالات نظر آتے ہیں۔ محض زبانی حد تک ایسے دعوے ملتے ہیں جب کہ عملی طور پر اس کے متضاد صورت پائی جاتی ہے۔ ضمیر جعفری اس سماجی رویے کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گو حسینؓ ابن علیؓ کو مانتے ہیں ہم امام

پر یزید یہ وقت کے ہم حاشیہ بر دار ہیں(۵)

مذہب انسان کی زندگی کے تمام معاملات میں رہ نمائی کرتا ہے۔ مذہب کی درست تفہیم کے لیے ضروری قرار پاتا ہے کہ مذہبی حوالے سے معاملات اور عقائد کو اپنایا جائے۔ اگر مذہب کی بنیاد درست معاملات اور عقائد پر استوار ہو تو بہت سے مسائل سے بچا جا سکتا ہے لیکن اگر مذہب کی بنیاد توہم پرستی پر استوار ہو تو بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ سماجی حوالے سے اگر مذہبی معاملات کے ضمن میں عقیدوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے عقیدے ایسے ہیں جن کی اساس افسانوں پر قائم ہے۔ مقصود جعفری نے اپنی غزلوں میں سماجی پس منظر میں عقائد کا جائزہ لیتے ہوئے من گھڑت عقیدوں پر بات کی ہے۔ مثلاً:

کور چشموں کی حقائق پہ نظر ہو کیسے

جب عقیدوں میں بھی فسانے چلے آتے ہیں(۶)

سماجی عوامل میں مثبت اور منفی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ مقصود جعفری سماجی حوالے سے موضوعات کی پیش کش کرتے ہوئے معاشرتی سطح پر پائے جانے والے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ منفی عوامل کو بھی واضح کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی غزلیات میں سماج میں بسنے والے مختلف طبقات زندگی کے معاملات کو بھی اجاگر کیا ہے۔ وہ نچلے طبقے کی زندگی اور ان کے کردار کو در پیش مسائل پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ انھوں نے معاشی اعتبار سے پیدا ہونے والے مسائل کی پیش کش کرتے ہوئے نچلے طبقے کی زندگی کے شب و روز کو اجاگر کیا ہے۔ مثلاً:

کس طرح مزدور کا گزرا ہے دن

اب یہاں بیوہ کی راتیں اور ہیں(۷)

معاشرے میں پائے جانے والی طبقاتی کشمکش بھی مسائل پیدا کرنے کے ضمن میں کلیدی حیثیت کے حامل ہوتی ہیں۔ سماج میں مال و دولت اور اختیارات کی بنیاد پر طبقات کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اختیارات رکھنے والے طبقے کا شمار اعلیٰ طبقات میں ہوتا ہے جب کہ کم آمدن یا اختیارات نہ رکھنے والے طبقے کو نچلے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے۔ تمام تر وسائل اور اختیارات اعلیٰ طبقے کی دست رس میں ہوتے ہیں۔ حاکمان کا شمار بھی اسی طبقے میں ہوتا ہے۔ سماج میں اس ضمن میں ذات پات کا نظام مروج ہے۔ مقصود جعفری اس پہلو پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حاکمانِ وقت ہیں ملت فروش

ان کی قومیں اور ذاتیں اور ہیں(۸)

سماج کے لیے سوسائٹی کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سماج یا سوسائٹی براہ راست انداز میں معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس طرح سوسائٹی کے تصورات اور خیالات تبدیل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ادب بھی اپنی صورتیں تبدیل کرتا ہے۔ یہ اثرات دو طرفہ ہوتے ہیں۔ سوسائٹی یا سماج، ادب پر جب کہ ادب، سماج پر اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اردو کے شعری پس منظر میں ان عوامل کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی اس پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"قاعدہ ہے کہ جس قدر سوسائٹی کے خیالات، اس کی راہیں، اس کی عادتیں، اس کے میلان اور مذاق بدلتا ہے، اس قدر شعر کی حالت بدلتی رہتی ہے اور یہ تبدیلی بالکل بے ارادہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ سوسائٹی کی حالت کو دیکھ کر اپنا رنگ نہیں بدلتا مگر سوسائٹی کے ساتھ وہ خود بخود بدلتا چلا جاتا ہے"(۹)

مقصود جعفری کی شاعری الطاف حسین حالی کی مندرجہ بالا رائے پر بھی پوری اترتی ہے۔ان کے ہاں سماجی شعور کے پس منظر میں معاشرتی عوامل اور معاشرتی رویوں کی عکاسی ملتی ہے۔انہوں نے شاعری میں معاشرتی سطح پر پائے جانے والے مختلف عوامل کو پیش کیا ہے۔

سیاست کو معاشرے کے اہم ستون کی حیثیت حاصل ہے۔کسی بھی سماج کی بہتری اور ترقی کی تشکیل میں سیاست اور سیاست سے وابستہ شخصیات میں کردار خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔سیاسی شخصیات سے مراد مسند نشین طبقہ ہے جس کے دائرہ اختیار میں وسائل ہوتے ہیں۔

مقصود جعفری نے اس ضمن کی بنیاد پر سماجی رویوں کو واضح کیا ہے۔انہوں نے وضاحت کی ہے کہ کسی انسان کے پاس اقتدار آتا ہے تو اس کے رویوں میں تبدیلی آجاتی ہے۔سماجی تناظر میں اس طرز کے رویے عام نظر آتے ہیں۔ مقصود جعفری اس بنیاد پر اس طرز کے رویوں کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسند ملی ہے جب سے وہ پہچانتے نہیں

ایسے ملے ہیں جیسے ہمیں جانتے نہیں(۱۰)

سماج میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو لکیر کے فقیر ہوتے ہیں اور معاملات پر بہت زیادہ غور و فکر نہیں کرتے۔شہری اور دیہاتی دونوں علاقوں میں اس طرز کے کردار پائے جاتے ہیں۔ایسے کردار ہر بات کو تسلیم کر لیتے ہیں اس طرز کے کرداروں کی ذہن سازی کرنا اور ان کو اپنے مقاصد کے استعمال کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ان کی سادہ لوح طبیعت اور مزاج کا فائدہ آسانی سے اٹھایا جا سکتا ہے۔اس ضمن میں ان کے مزاج کا سب سے زیادہ فائدہ مذہبی طبقے سے وابستہ افراد اٹھاتے ہیں جو مذہب کو ذاتی معاملات کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔چونکہ وہ مذہب کا ذاتی مفادات کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔اس لیے اس قسم کے کرداروں کی وجہ سے مذہب کی منفی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ایسے کردار اور مختلف بہروپ معاشرے میں آتے ہیں اور لوگوں کا استحصال کرتے ہیں۔

مقصود جعفری سماجی عناصر میں اس طرز کے کرداروں کی نفی کرتے ہوئے اور ان کرداروں کی تردید کرتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ مذہب کی آڑ میں بہروپ میں آنے والے کرداروں کے ساتھ ساتھ سماجی اعتبار سے پائے جانے والے نظریات اور عام روش کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔وہ وضاحت کرتے ہیں کہ جو بھی بنام مذہب بہروپ میں آتا ہے۔عام لوگوں اسے اپنا قافلہ سالار بنا لیتے ہیں:

جو بھی بہروپیا آتا ہے بنامِ مذہب

ہم اسے قافلہ سالار بنا دیتے ہیں(۱۱)

دیہاتی علاقوں میں مختلف قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ان میں زیادہ تر کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی سے جڑا ہوتا ہے جب کہ شہری معاشروں میں کاروبار کے علاوہ زیادہ تر لوگ مختلف ملازمتوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ سرکاری ملازم ملازمت کرتے ہیں۔اپنی ضروریات زندگی بسر کرتے ہیں۔ ملازمت کے اپنے اصول وضوابط وہوتے ہیں۔کچھ لوگ دفتروں میں بھی کام کرتے نظر آتے ہیں۔ مقصود جعفری نے سماجی اعتبار سے پائے جانے والے دفتری اور ملازمت پیشہ افراد کے رویوں کو اجاگر کیا ہے۔ اس ضمن میں سب سے اہم معاملہ تابع داری کرنا ہے۔ خاص طور پر افسران بالا کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملانا، مستقبل کی اساس قرار پاتا ہے۔ مقصود جعفری اس رویے کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جانتا ہے یہ نوکری کرنا

افسروں کو سلام کرتا ہے(۱۲)

ہمیشہ سے زمانے میں حق گوئی اور بے باکی کا کردار ادا کرنے والوں کو مختلف صعوبتوں اور مسائل کا سامنا رہا ہے لیکن اس معاملے میں یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ اہل حق تمام تر مصائب اور مشکلات کے باوجود حق کا علم بلند کیے ہوئے ہیں اور کسی بھی طاقت کے سامنے سرنگوں نہیں کرتے۔ تاریخ میں اہلِ حق کی قربانیوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ موجودہ عہد میں بھی حق گوئی اور صداقت کا علم بلند کرنا دشوار عمل ہے۔یہی سبب ہے کہ مشکلات کے پیش نظر بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو حق اور صداقت کا پرچار کرتے ہیں۔ جو شخص مروجہ انداز اور روایات سے انحراف کرتا ہے اس کو باغی قرار دیا جاتا ہے اور اس بغاوت کی پاداش میں اس کو طرح طرح کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ مقصود جعفری سماجی رویے سے بخوبی آگاہ ہیں۔وہ اس پہلو کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سماج میں ایسے فرد کو باغی قرار دے دیا جاتا ہے جو حق وصداقت کا پرچار کرتا ہے۔انہوں نے وضاحت کی ہے کہ اس کو باغی قرار دے کر اس کی زبان کاٹ دی جاتی ہے:

ایسے باغی کی کاٹتے ہیں زبان

جو بغاوت کو عام کرتا ہے(۱۳)

مندرجہ بالا شعر میں باغی کا لفظ ایسے فرد کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو حق اور سچ کی پاس داری کرتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ معاشرے میں مختلف طبقات کا مختلف سطحوں پر استحصال کیا جاتا ہے۔ حق پرست اور حق گو انسان، ظلم کی تمام تر صورتوں کے خلاف صدا بلند کرتا ہے۔ مقصود جعفری، معاصر حالات کی روشنی میں وضاحت کرتے ہیں کہ حق پرست اور حق گو، ظلم کی تمام تر صورتوں کے خلاف صدا بلند کرتے ہیں۔ مقصود جعفری معاصر حالات کی روشنی میں وضاحت کرتے ہیں کہ ایسے حق پرست کو جو ظلم کے خلاف

صدائے احتجاج بلند کرتا ہے باغی قرار دے کر اس کی زبان کاٹ دی جاتی ہے تاکہ وہ اس قسم کی مزاحمت سے باز رہے اور اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کریں۔

سماج میں بہت سے ایسے عوامل کی کارفرمائی نظر آتی ہے جن کی بنیاد منفی رویوں پر استوار ہوتی ہے۔ایسے عوامل کے خلاف ذی شعور مزاحمتی رویہ اپنایا جاتا ہے۔مقصود جعفری کی شاعری میں بھی مزاحمت پائی جاتی ہے۔ان کے ہاں مختلف سطحوں پر مزاحمت نظر آتی ہے۔وہ معاشرے میں فرسودہ روایات ،اقدار اور طرزِ حیات کے دیگر متعدد پہلوؤں کے متعلق مزاحمت کرتے ہیں۔انہوں نے ظلم وجبر کی تمام تر صورتوں کی نفی کرتے ہوئے ان کے خلاف مزاحمت کی ہے۔وہ ایسے تمام کرداروں کے خلاف بھی مزاحمت کرتے ہیں جو ظلم یا ظلم کے نظام کی کسی بھی صورت کی ترویج یا تشکیل کا موجب بنتے ہیں۔

انہوں نے ایسی فرسودہ روایات کے خلاف بھی مزاحمتی رویہ اپنایا ہے جن کی وجہ سے وہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔وہ فرسودہ اور پرانی روایات کی پیروی کو جہالت کی ایک صورت قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک اس وقت تک سماجی اعتبار سے ترقی ممکن نہیں جب تک جہالت کی عکاسی فرسودہ روایات اور عقائد کی نفی نہ کی جائے:

کب تلک رسمِ جہالت کی کرو گے پوجا

اب تو فرسودہ روایات کا پیچھا چھوڑو(۱۴)

مقصود جعفری کا شمار ایسے شعرا میں ہوتا ہے جن کے مزاج میں حد سے زیادہ سماجی اور عصری حسیت پائی جاتی ہے۔وہ سماج کے مختلف پہلوؤں کو بغور دیکھتے اور ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔انہوں نے اپنی شاعری میں ایسے عوامل پر بھی توجہ دی ہے۔جن کو عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ان کی شاعری میں اس اعتبار سے متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

مقصود جعفری سیاسی معاملات کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا سیاسی حوالے سے تمام تر معاملات کا گہرا مشاہدہ ہے۔وہ خود بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔اس دوران انہوں نے سیاسی حوالے سے کیے جانے والے فیصلوں اور دیگر معاملات کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔وہ اپنے اشعار میں سیاست سے متعلق عوامل کا تجزیہ کرتے ہوئے معاملات کا بیان کرتے رہتے ہیں۔وہ حکومت کی تشکیل کے ضمن میں کہتے ہیں کہ یہ عمل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اہلِ زر کی حمایت حاصل نہ کی جائے۔مثلاً:

مری دسترس میں حکومت نہیں

مجھے اہلِ زر کی حمایت نہیں(۱۵)

سماجی اعتبار سے ہونے والی بہتری کی مختلف صورتوں کے پس منظر میں دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ سیاسی قیادت کا پہلو بھی شامل ہے۔ اگر سیاسی اعتبار سے درست منزل کا تعین کرنے والے رہ نما میسر نہ آئیں تو اس صورت میں نتیجے کی صورت نہیں نکلتی۔ مقصود جعفری اس رمز سے بخوبی آشنا ہیں۔ انہوں نے اپنی غزلیات میں اس سے متعلق موضوعات کی مختلف حوالوں سے وضاحت کی ہے۔ وہ اجمالی جائزہ لیتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ گویا میرے ملک کو کوئی رہ بر میسر ہی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے رہ نمائی کا فریضہ رہ بروں کے بجائے غدار سرانجام دے رہے ہیں۔ جس کا حاصل گم راہی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتا:

کیا میرے ملک میں رہ بر ہی نہیں ہے کوئی

لوگ کی سمت رواں ہیں کسی غدار کے ساتھ(۱۶)

معاشرے میں زیادہ تر ایسے افراد نظر آتے ہیں۔ جن کی سوچ کا دائرہ ذاتی معاملات کے حصول تک محدود ہوتا ہے۔ ان کی تمام تر کوششیں ذاتی مفادات کے اصول تک محدود رہتی ہے۔ انہوں نے ایسے کرداروں کے رویوں کی اپنے گرد و پیش کے سماج کا جائزہ لیتے ہوئے اس پہلو کی عکاسی کی ہے۔ وہ اپنے معاصر حالات کا بیان کرتے ہوئے اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ سماج میں حرص و ہوس کی فراوانی ملتی ہے۔ مقصود جعفری نے اپنے گرد و پیش کے سماج کا جائزہ لیتے ہوئے اس پہلو کی عکاسی کی ہے۔ وہ اپنے معاصر حالات کا بیان کرتے ہوئے اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ سماج میں زندہ ضمیر لوگ نایاب ہوگئے ہیں اور ان کی جگہ معاشرے میں ایسے افراد ملتے ہیں جن کے رویوں میں حرص و ہوس پائی جاتی ہے۔ مثلاً:

حرص و ہوس کے دام میں دیکھے اسیر لوگ

ملتے کہاں ہیں دہر میں زندہ ضمیر لوگ(۱۷)

مقصود جعفری کے نزدیک زندہ ضمیر ہونے کے لیے حرص و حوس سے مبرا ہونا ضروری ہے کیوں کہ حرص و حوس کے اسیر کبھی بھی زندہ ضمیر نہیں ہوسکتے۔ ان کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مقصود جعفری اپنے سماج سے ایسے افراد کے کامیاب ہونے پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ اب معاشرے میں ایسے افراد کی فراوانی ہوتی ہے۔ جن کے ضمیر مردہ ہیں اور ان کی سوچ کا دائرہ ذاتی زندگی تک محدود ہو چکا ہے۔ معاشرے میں منافقانہ قسم کے رویے عام نظر آتے ہیں۔ لوگ ذاتی معاملات کے حصول کے لیے کئی رنگ بدل بدل کر سامنے آتے ہیں اور وقتی فائدے کے حصول کے لیے وفاداریاں بھی تبدیل کر لیتے ہیں۔ مقصود جعفری سماجی مظاہر کو اجاگر کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ اب معاشرے میں منافقانہ قسم کے رویے عام ہو چکے ہیں۔ لوگ جیسے نظر آتے ہیں حقیقت میں ویسے نہیں ہوتے بلکہ ان کا حقیقی روپ، ان کے ظاہری روپ سے بہت حد تک مختلف ہوتا ہے۔ مقصود جعفری نے اس پہلو

کو اجاگر کرتے ہوئے سماج میں پائے جانے والے تضادات کو واضح کیا۔ ان کے نزدیک ظاہری طور پر جو صورت نظر آتی ہے۔ دراصل اس کے معکوس صورت پوشیدہ ہوتی ہے۔ مثلاً:

شر کو بشر کے پیکر خاکی میں دیکھا ہے

دیکھے لباس زہد میں ہم نے شریر لوگ(۱۸)

سماج میں اختیارات اور وسائل کے غلط استعمال کی روش بھی بہت پرانی ہے۔ عام مشاہدے میں آتا ہے کہ انسان طاقت اور دولت کے نشے میں ایسے عمل کر گزرتا ہے۔ جس پر انسانیت بھی شرمندہ ہوتی ہے۔ مقصود جعفری سماجی رویے سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ معاشرے کا استحصال کرنے میں وہی لوگ پیش نظر آتے ہیں جو صاحبِ حیثیت ہیں اور جن کے پاس وسائل ہیں۔ انہوں نے علامتی طور پر مختلف کرداروں کے نام بھی شامل کیے ہیں۔ مقصود جعفری سماج میں ہونے والے استحصال کی تمام صورتوں کی نفی کرتے ہوئے صدائے بغاوت بلند کرتے ہیں۔ وہ اس ضمن میں شعور و آگاہی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ اس حوالے سے ان کے بعض اشعار بیانیہ رنگ بھی اختیار کر لیتے ہیں لیکن اس بیانیہ انداز میں وہ سماجی رویوں کی عکاسی واضح انداز میں کرتے ہیں۔ مثلاً:

انساں کا خون پیتے ہیں اب مے کدوں میں رند

کچھ تو سفیر لوگ ہیں کچھ ہیں وزیر لوگ(۱۹)

مقصود جعفری کے نزدیک مذہب انسان کی سلامتی اور معاشرے کے امن کی ضمانت ہے۔ وہ مذہب کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کرتے ہوئے امن و سلامتی کے پہلوؤں کا اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر تمام تر مذہبی تعلیمات پر درست انداز میں عمل کیا جائے تو معاشرہ استحصالی معاشرے کی صورت اختیار نہیں کر سکتا لیکن سماج میں مسائل اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب افراد معاشرہ مذہب کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مقصود جعفری مذہب کے ذاتی مفادات کے حصول کی تمام تر صورتوں کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سماج میں مذہب کی اس وقت تک مثبت انداز کی تشکیل ناممکن ہے جب تک اس کی تعلیمات کا درست انداز میں اطلاق نہ کیا جائے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ معاشرے میں مذہبی عبادت گاہیں اسی وجہ سے مقتل گاہیں بنی ہوئی ہیں کیوں کہ وہ لوگ جو مذہبی تعلیمات کی ترویج کرتے ہیں۔ درست انداز میں مذہب کی ترویج کرنے کی بجائے منفی طرز اپناتے ہوئے ہیں۔ ان کے مطابق مذہب جو کہ امن اور سلامتی کی ضمانت ہے۔ منفی کردار اس سے معاشرے میں بدامنی اور قتل و غارت جیسے رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں۔ وہ سماجی حالات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے خدا کے گھر یعنی مسجد اور کلیسا کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں اظہار خیال کرتے ہیں:

خدا کے گھر اب بنے ہیں مقتل یہ فتنہ گاہیں تباہ کن ہیں

سرِ کلیسا ہے رقصِ شیطان کہیں بھی ذکر خدا نہیں ہے(۲۰)

ہر شاعر اپنے عہد اور سماج سے گہرے اثرات لیتا ہے اور ان اثرات کا اظہار اس کی تحریروں میں نظر آتا ہے۔اردو کی شعری روایت کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو اس پر سماجی عوامل کی براہ راست انداز میں کار فرمائی نظر آتی ہے۔ سماج کا دائرہ محدود نہیں ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

"اس امر کی توضیح معلوم ہے کہ عمرانی تنقید میں سماج،ماحول اور عمرانی عوامل جیسی اصطلاحات اپنے محدود معنی میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ سماج ایک وسیع کل ہے۔ جس میں تہذیبی عناصر اور تمدنی عوامل سبھی شامل ہیں"(۲۱)

چونکہ سماج کی اصطلاح وسیع معنوں میں مشتمل ہے۔لہٰذا اس کی اثر پذیری کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ یہ سماج مختلف طریقوں پر تخلیق کار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہر شاعر کے ہاں سماجی رویوں کی پیش کش میں انفرادی طور پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے ذاتی میلان اور رجحانات میں مقصود جعفری کی شاعری میں سیاسی، سماجی شعور کی عکاسی کے پس منظر میں سماجی اثر پذیری کی براہ راست صورت نظر آتی ہے۔ وہ خود کو سماج کے کسی ایک پہلو کے مشاہدے اور مطالعے تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کی مختلف صورتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ ماضی کی روایت کے تسلسل کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں اور اس تسلسل کے پس منظر میں حال کی توضیح پیش کرتے ہیں۔ ان کا شمار ایسے شعراء میں ہوتا ہے جو اپنے گردو پیش میں وقوع پذیر ہونے والے جملہ عوامل سے باخبر رہتے ہیں۔وہ سماجی رویوں اور روایات کو فراموش کرکے آگے بڑھنے کے بجائے ان کا گہرا مشاہدہ اور تجزیہ کرنے کے بعد نتائج اخذ کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ادبیات و شخصیات، لاہور، پروگریسو بکس، ۱۹۹۳ء، ص:۱۵۱

۲۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، اصطلاحات (ادبی، تنقیدی، تحقیقی، لسانی)، کراچی، بک ٹائم، ۲۰۱۷ء، ص:۲۷۰

۳۔ محمد مجیب، ہندوستانی سماج پر اسلامی اثر اور دوسرے مضامین (ترجمہ) محمد ذاکر، دہلی، دلی کتاب مرکز، ۲۰۱۱ء، ص:۱۳

۴۔ مقصود جعفری، ڈاکٹر، گنبدِ افلاک، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء، ص:۴۸

۵۔ ایضاً، ص:۷۰

۶۔ ایضاً، ص:۷۵

۷۔ مقصود جعفری،ڈاکٹر،جبرِ مسلسل،اسلام آباد،پاک میڈیافاؤنڈیشن،۲۰۱۵ء،ص:۱۹۳

۸۔ ایضاً،ص:۱۹۳

۹۔ الطاف حسین حالی،مولانا،مقدمہ شعر وشاعری،لاہور،دارالنوار،۲۰۱۴ء،ص:۴۶

۱۰۔ مقصود جعفری،جبرِ مسلسل،ص:۱۹۱

۱۱۔ مقصود جعفری،روزنِ دیوارِ زنداں،راولپنڈی،ٹی ایس پرنٹرز،۲۰۲۱ء،ص:۴۶

۱۲۔ ایضاً،ص:۷۰

۱۳۔ ایضاً،ص:۷۱

۱۴۔ ایضاً،ص:۷۶

۱۵۔ مقصود جعفری،جبرِ مسلسل،ص:۱۳۳

۱۶۔ ایضاً،ص:۱۲۵

۱۷۔ ایضاً،ص:۱۲۳

۱۸۔ ایضاً،ص:۱۲۳

۱۹۔ ایضاً،ص:۹۹

۲۰۔ ایضاً،ص:۹۴

۲۱۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،تنقیدی دبستان،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۴ء،ص:۱۴۶